علم منطق ــــــ ایک جائزہ

(۲)

مولانا بدر الزماں نیپالی مرکزی دار العلوم بنارس

منطق کا تدوینی پس منظر

آج سے تقریباً ڈھائی ہزار سال پہلے دنیا میں علوم و فنون کا ڈنکا بج رہا تھا، منطق، فلسفہ، طب، ہیئت، ریاضی، اور نجوم وغیرہ کے اندر امم سابقہ نے بڑی مہارت پیدا کر لی تھی، ان قوموں میں سے آٹھ خاص اہمیت رکھتی ہیں، ابو القاسم صاعد بن احمد اندلسی (متوفی ۴۶۲ھ) اور قاضی جمال الدین علی بن یوسف قفطی (متوفی ۶۴۶ھ) نے ان قوموں کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

الامم الثمان الذین عنوا بالعلم واستنباطہ ھم الھند، والفرس، والکلدانیون، والیونانیون والروم، واھل مصر، والعرب، والعبرانیون وھذہ الامم المذکورۃ ھم الذین اعتنوا بالعلوم واستخراجھا وباقی الامم، لم تعن بشیء من ذلک، ولا ظھر لھا شیء منہ (۱)

وہ آٹھ قومیں جنھوں نے علم اور اس سے استنباط کی طرف توجہ کی وہ ہندی، فارسی، کلدانی، یونانی، رومی، مصری، عربی اور عبرانی قومیں ہیں، اور یہی مذکورہ قومیں ہیں، جنھوں نے علوم اور ان کے استخراج کرنے میں خاص انہماک و کیا اور باقی نے نہ تو اس طرف توجہ دی [illegible] کوئی چیز مشہور ہوئی۔

ان تمام قوموں کے علمی حالات پر گفتگو کرنا ہمارا موضوع بحث نہیں [illegible]

یونان، ہندوستان اور ایران (جن میں سے ہر ایک دار المنطق کہے جانے کا حقدار ہے) کے علمی ماحول کا ایک اجمالی خاکہ ہمارے سامنے آجائے تاکہ آئندہ بحثوں کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

یونان

یونان کو مخزن علم ہونے کا فخر عہد قدیم ہی سے حاصل ہے۔ فلسفہ اور منطق کے بڑے بڑے فضلا یہیں سے تعلق رکھتے ہیں، چنانچہ ابو الفتح محمد بن عبد الکریم شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) لکھتے ہیں: "ان الاصل فی الفلسفۃ والمبدأ فی الحکمۃ للروم وغیرھم کالعیال لھم" کہ فلسفہ کی اصل اور حکمت کا مبدأ روم ہے اور ان کے علاوہ تمام قومیں عیال کی طرح سے ہیں۔

یہاں شہرستانی نے جس روم کو مرکز علوم قرار دیا ہے اس سے مقصود یونان ہے، کیونکہ انھوں نے اس کے بعد جن فلاسفہ کے آرار وافکار کو بالتفصیل بیان کیا ہے وہ یونانی فلاسفہ ہیں، روم بول کر یونان مراد لینا عربوں کی عادت ہے چنانچہ ابن ندیم (متوفی ۳۸۵ھ) نے بھی یہی طریقہ اپنی کتاب "الفہرست" میں جگہ جگہ اختیار کیا ہے، صاحب "تمہید" لکھتے ہیں "لفظ روم کا اطلاق کبھی کبھار مشرقی جمہوریہ رومانیہ پر اور اکثر یونان پر ہوتا ہے۔"(۳)

"روم" کی اس تعیین کے بعد یہ سمجھ لینا بہت آسان ہے کہ شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) نے فلسفہ کا مرکز جس جگہ کو قرار دیا ہے وہ یونان ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہندوستان اور ایران نے محض انھیں کی خوشہ چینی کی ہے، اور علوم کے اختراع وایجاد میں ان کا کوئی ہاتھ نہیں بلکہ اس کی مناسب توجیہ یہ ہے کہ یونان کو پے بہ پے ایسے فلاسفہ میسر آتے گئے جنھوں نے اس فلسفیانہ اور علمی تحریک کو آگے بڑھایا اور سب سے بڑی بات یہ کہ انھیں کے علماء سے عرب کو اور پھر ان کے واسطہ سے پوری دنیا کو مکمل طور پر آگاہی ہوئی، اور انھیں کی زبان میں ان کی کتابیں ترجمہ کی گئیں، اور دنیا نے ان کے علوم کا عینی مشاہدہ کیا، اس لئے [illegible] ہوگیا ہے ورنہ اگر حقیقت پر نظر رکھی جائے تو ہندوستان اور ایران [illegible] [illegible] [illegible] بعض علوم کی معرفت [illegible]

[illegible]

کو پیچھے چھوڑ دیں گے۔

یونان کا ماحول، مدون منطق ارسطو (۳۸۴ - ۳۲۲ ق م) سے تقریباً ڈھائی سو سال پہلے علمی اور فلسفیانہ بن چکا تھا، چنانچہ ابن ندیم (۳۸۵ھ) اور شہرستانی (۵۴۸ھ) کا متفقہ بیان ہے کہ "یونانی فلسفہ کے اساطین سبعہ میں سے سب سے پہلا شخص جس نے فلسفہ پر کلام کیا۔ ثالیس بن مالیس ملطی (۶۲۴ - ۵۵۰ ق م) ہے، لیکن یونان کا علمی نسب نامہ "ہرمس اول" یا بالفاظ دیگر حضرت ادریس علیہ السلام تک پہونچایا جاتا ہے، حالانکہ یہ اہل یونان کی کوئی خصوصیت نہیں، فارسیوں کے یہاں "جیومرث" جو پہلا فلسفی اور عالم شمار کیا جاتا ہے وہ اسی ادریس کو مانتے ہیں، اسی طرح بعض اہل علم "برہما" کو ابراہیم کی ایک صورت قرار دیتے ہیں جن کے بارے میں ہندیوں کا دعویٰ ہے کہ ہندوستان کا شجرۂ علوم انھیں تک پہونچتا ہے۔

یونانیوں کا خیال ہے کہ ہرمس اول سے چار آدمیوں نے علم سیکھا، ان میں سے ایک "امبذقلیس" ہے جسے قفطی نے پانچ اساطین حکمت میں سے قرار دیا ہے اور ان کا خیال ہے کہ وہ داؤد نبیؑ کے زمانے میں موجود تھا، لیکن بعض کا خیال ہے کہ "امبذقلیس" نے لقمانؑ سے شام میں علم حاصل کیا، پھر یونان لوٹ آیا، اس روایت کی طرف علامہ ابن خلدون (۷۳۲ - ۸۰۸ھ) نے بھی اپنے مقدمہ میں اشارہ کیا ہے لیکن ان دونوں روایتوں کی طرف توجہ کرنا غیر مناسب ہو کیونکہ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی چیز کی تشہیر کرنی یا اس کی قدر منزلت دکھانی مقصود ہوتی ہے تو انبیاء اور صلحاء وغیرہ کی طرف اس چیز کی نسبت کر دی جاتی ہے، چنانچہ شہرستانی کی رائے بھی یہی ہے، انھوں نے ہرمس اول (ادریسؑ) کی طرف علم ہیئت کی بہت سی چیزیں بیان کرنے کے بعد لکھا ہے "اما الاحکام المنسوبة الی هذه الاتصالات غیر مبرهن علیها عندالقوم" یعنی جو احکام اس طریقے پر (انبیاء اور صلحاء کی طرف) نسبۃً منسوب کیے جاتے ہیں وہ تمام لوگوں کے نزدیک غیر مدلل ہیں۔

میرا جہاں تک خیال ہے وہ یہی کہ ثالیس (ملطی) (۶۲۴ - ۵۵۰ ق م) جو

ابن ندیم اور شہرستانی نے یونان کا پہلا فلسفی قرار دیا ہے اور صاحب تاریخ الفلاسفہ نے اپنی کتاب میں جس کا ذکر پہلے نمبر پر کیا ہے، نبی دراصل یونانی سات اساطین فلسفہ میں سب سے پہلا ہے، یہ "قودموس بن رودجنوذ" کی اولاد سے ہے جو شام میں علماء پر ظلم وستم کے باعث ملیطہ ہجرت کر گئے تھے، اس نے ملیطہ ہی میں ایک زمانہ گزارنے کے بعد تحصیل علم کے لئے مصر کا قصد کیا جو اُن دنوں علم کے لئے مشہور تھا، وہاں جاکر کچھ دنوں قیام کیا اور علماء ملک یعنی قسیسین سے علم حاصل کیا اور ان کے دین کے اصول سیکھے، وہ تمام علوم میں رغبت رکھتا تھا اور ہر ایک میں درجۂ اجتہاد کو پہونچا ہوا تھا۔ وہ ایک ہی علم پر اکتفا نہ کرتا تھا بلکہ تمام مصری حکماء سے اپنے زمانہ اقامت میں علم حاصل کرتا تھا۔(۵)

ثالیس ہی وہ فلسفی ہے جس تک تمام فلاسفہ ومناطقہ اپنا شجرۂ علمی پہونچاتے ہیں، گویا کہ اسے اپنے زمانہ کا امام کہا جانا زیادہ بہتر ہے جس کی سعی سے ملیطہ کے اندر ایسا علمی ماحول پیدا ہوا کہ کئی ایک فلسفی اپنے دور کے امام سمجھے گئے اور انھوں نے "ثالیس" کے افکار کے اندر مزید غور وفکر کیا جس کی بنیاد پر بہت سی باتوں کی تردید کی، اور بہت سی چیزوں میں وسعت دی، ان میں سے "انکشمنڈر" (۶۱۱-۵۴۷ ق م غالباً) انکشمینس (۵۸۸-۵۲۴ ق م غالباً) اور "انکساغورس" (۴۹۷-۴۲۵ ق م) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

امبذقلیس (Empedocles) جو یونانی فلاسفہ میں سے بہت ہی دقیق النظر فلسفی تھا، اس کے بارے میں شہرستانی اور قفطی کا متفقہ بیان ہے کہ وہ حضرت داؤد کے زمانہ میں تھا وہ ان کے یہاں شام گیا اور حکمت کی باتیں سیکھیں، پھر لقمان حکیم سے (شام میں) [illegible] بھی استفادہ کرنے کے بعد اپنے وطن یونان واپس آیا اور علم وحکمت کی باتوں میں [illegible] انہماک دکھایا حتیٰ کہ اسے اساطین فلسفہ میں شمار کیا جانے لگا۔(۶)

فیثاغورس (Pythagoras) جو جزیرۂ "ساموس" کا باشندہ ہے [illegible] کے بعد ہے، [illegible] شہرستانی کے بیان کے مطابق وہ سلیمان ابن داؤد [illegible]

اور وہاں سے علم وحکمت حاصل کیا تھا اور اپنے وطن یونان جاکر علوم ومعارف کا چراغ روشن کیا اور "تعلیمی مذہب" کی بنیاد ڈالی، اس شجرہ کے پیداواروں میں "سقراط" (Socrates ۴۶۹ - ۴۰۰ ق م) اور "افلاطون" (Plato ۴۳۰ - ۳۵۰ ق م) خاص طور پر مشہور ہوئے اور مؤخرالذکر نے جو معیار فکر متعین کیا تھا اسی کے پیش نظر اس کے شاگرد رشید ارسطو (Aristotle ۳۸۴ - ۳۲۲ ق م) نے منطق کی تدوین کا بیڑا اٹھایا، اور "فیثاغورس" ہی کے زمانے میں "سوفسطائیوں" نے ایک نئے طرز کا فلسفہ ایجاد کرلیا تھا، ان میں سب سے پہلا "پروتاجوراس" (Protagoras ۴۸۰ — ۴۱۰ ق م) اور پھر انکسمو راس (Anaxagoras ۵۰۰ ق م) بہت مشہور ہوئے۔

غرضیکہ ثالیس ملطی (۶۲۴ - ۵۵۰ ق م) کے بعد فیثاغوریت، سوفسطائیت، اشراقیت، اور مشائیت، یکے بعد دیگرے ہر ایک نے تمام علوم عقلیہ میں اپنی جولانی طبع دکھائی، فلسفیانہ مسائل ابتدائے عہد میں نہایت سادہ اور پیچیدگیوں سے زیادہ دور تھے لیکن جوں جوں فلاسفہ آتے گئے اور ہر ایک نے نئے انداز سے غور وفکر کیا، اسی مقدار میں فلسفہ کے اندر رنگا رنگی پیدا ہوتی چلی گئی اور پھر منطق کو پروان چڑھنے کے لئے بہترین مواقع فراہم ہوگئے۔

ہندوستان ہندوستان کے سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے بہترین اور جامع کتاب ابوریحان بیرونی (۹۷۳ - ۱۰۴۸ء) کی "تحقیق ماللھند من مقولۃ مقبولۃ فی العقل او مرذولۃ" ہے، بیرونی نے محمود غزنوی (متوفی ۹۹۷ء) کے ساتھ ہند آکر یہاں کے مذہبی اور علمی مواد کی وافر مقدار اس میں جمع کردی ہے جو انسائیکلو پیڈیا کہے جانے کی زیادہ حقدار ہے، اس کو سامنے رکھ کر مختصراً یہ تاثر پیش کیا جاسکتا ہے کہ ماقبل تاریخ ادوار ہی سے ہندوستان میں علم کی طرف لوگوں کی توجہات مبذول ہوچکی تھیں اور ان میں خصوصیت کے ساتھ شغف رکھنے والا فرقہ برہمنوں کا تھا، اور تاریخی ادوار کے آغاز (عہد گوتم بدھ) میں تو ان علوم کا غلغلہ چہار جانب بلند ہو رہا تھا، علم نجوم، علم طب اور علم ہیئت وغیرہ میں وہ خوب مہارت رکھتے تھے چنانچہ یہاں کے علوم کی شہرت سن کر دیمقراطیس (Democritus ۴۶۰ - ۳۷۰ ق م) سیاحت کی غرض

پڑھلیے ۔ عبداللہ آفندی لکھتے ہیں "ثم اراد صحبۃ الفرجۃ الی ان سافر بلاد الھند لتعلم علم قدماء فلاسفتھم"[۸] کہ دیکتر الیحا کو علمی اشتیاق اسے ہندوستان لے آیا تاکہ وہ یہاں کے متقدمین فلاسفہ کا علم حاصل کرے۔

قدیم ہندوستان کے علمی ماحول کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے مناسب ہے کہ ہم تاریخ فرشتہ کے مقدمہ سے ایک عبارت نقل کریں۔ چنانچہ فرشتہ لکھتا ہے، "حضرت نوح کا ایک بیٹا "حام" تھا اس نے ہند کا رخ کیا اور ہندوستان کو آباد کیا۔ اس کا ایک بیٹا "ہند" تھا پھر "ہند" کا ایک بیٹا "بنگ" تھا جس کی اولاد در اولاد بہت زیادہ ہوگئی تو انھوں نے اپنا امیر "کشن" کو منتخب کیا پھر "کشن" کی بہت سی اولاد ہوئی جن میں سے "مہاراج" "کشن" کا جانشین ہوا، اس نے حکومت کو نہایت حسن و خوبی سے چلانے کی کوشش جو فرقہ برہمن کی نسل سے تھا، وزارت کے کاروبار اور نجوم و طبابت وغیرہ کے اہم کام اس کے سپرد کئے"۔۔۔۔۔۔۔۔ "شہر "بہار" کو بسایا اور اہل علم کو ہر چہار طرف سے بلا کر اس شہر میں متوطن کیا، شہر میں بہت سی عبادت گاہیں اور مدرسے بنوائے اور اس نواح کے محاصل کو طالب علموں کے اخراجات کے لئے وقف کیا، ان اصلاحات کا نتیجہ یہ ہوا کہ سناسی، جوگی اور برہمن، ہر فرقے کے لوگ تعلیم و تعلم میں خلوص کے ساتھ مشغول ہوگئے"[۹] ـــــ پھر آگے راجہ بیزائے کے بارے میں رقمطراز ہیں: "چونکہ بیزائے ہندی کتابوں یعنی شاستروں میں پوری مہارت رکھتا تھا اس لئے اہل علم اور حکیموں کی صحبت کو زیادہ پسند کرتا تھا، ان علمی مشغلوں کی وجہ سے اس راجہ نے سواری و لشکرکشی کو بالکل موقوف کردیا اور اپنا وقت اہل علم کی صحبت میں گزارتا رہا۔

یہ تو تاریخی دور سے پہلے کا علمی ماحول تھا، اب ایک نظر تاریخی دور کی ابتداء پر بھی ڈال لی جائے تو معلوم ہوگا کہ شہنشاہ تھے "سدھارتھ" یعنی گوتم بدھ (۵۶۳ ق م ـ ۴۸۳ ق م) جب گھربار چھوڑ کر ... کے یہاں ... کچھ دنوں تک ٹھہرے اور حصول علم ... جب ان کی ... طبیعت کو تسلی ... سے تشفی حاصل نہ ہوئی

تب انھوں نے بہار کے مقام گیا" کی راہ لی تھی پھر موریائی دور حکومت آیا جہاں ہمیں کوٹلیا جیسا عظیم مفکر، فلسفی اور سیاست داں دکھائی پڑتا ہے جس کو موریائی سلطنت کے استحکام میں دست راست کا مقام دیا جاتا ہے، اس نے "ارتھ شاستر" جیسی اہم تصنیف چھوڑی ہے جس کے اندر وہ اپنے خاص فلسفیانہ طریقے پر تخیلات اور ذہنی کاوشوں کو اجاگر کرنے کے ذریعہ ایک ایسا فلسفہ ایجاد کرنا چاہتا ہے جس سے تمام امور، خصوصاً امور جہاں بانی میں خاص مدد مل سکے، وہ تمام علوم کے خزانے کی مفتاح اس فلسفے کو قرار دیتا ہے، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس نے اس فلسفہ میں درجۂ اجتہاد حاصل کر لیا تھا، جس کے ذریعہ تمام لوگوں کی اصلاح کا سرچشمہ پھوٹتا ہے۔ (۱۱)

ہندی اقوام ان قدیم ترین قوموں میں سے ہیں، جنھوں نے علوم عقلیہ کا اختراع کیا اور ان میں انہماک دکھایا۔ اس کا اعتراف کرتے ہوئے قاضی صاعد (متوفی ۴۶۲ھ) اور قاضی قفطی (متوفی ۶۴۶ھ) رقمطراز ہیں۔

والهند هم الامة الاولى، كثيرة العدد فخمة الممالك وقد اعترف لها بالحكمة ...... كل الملل السابقة ...... وكان الصين يسمون ملك الهند ملك الحكمة لفرط عنايتهم بالعلوم ...... فكان الهند عند جميع الامم على مر الدهور معدن الحكمة وينبوع العدل والسياسة (۱۲)

ہندی قوم یہ پہلی قوم ہے جو کثیر تعداد اور عظیم سلطنت والی ہے، تمام پرانی ملتوں نے ان کے لئے دانش کا اعتراف کیا ہے، اہل چین، علوم کے اندر ہندیوں کے بہت زیادہ توجہ کے باعث، ہند کو دانش والا ملک کہتے تھے، غرضیکہ درازی عہد کے باوصف ہند تمام اقوام کے نزدیک معدن دانش اور چشمۂ عدل وسیاست تھا۔

ہندوستان کی علمی ترقی کا حال ابن ندیم (متوفی ۳۸۵ھ) کی زبانی یوں سنئے: (اہل الہند) مختلفۃ قلمہ" کہ ہندوستان میں تقریباً دو سو خطوط رائج ہیں ——— کم ہو تو بیان کیا گیا ہے جہاں استعمال وہ خطوط رائج ہوں اور اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہو کہ اس قوم کا اس اعتبار سے

کوئی تامل نہیں کہ اس نے علم برائے علم حاصل نہیں کیا، بلکہ اس لئے حاصل کیا کہ ان کا علم برائے دین ہو۔ قدیم تاریخ ہند کا طالب علم اسے ادنیٰ تامل کے ساتھ محسوس کر سکتا ہے چنانچہ عصر حاضر کے عظیم مؤرخ پروفیسر احمد امین مصری، فلسفۂ ہندی کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ان الفلسفة الهندية امتزجت امتزاجا تاما بالدين واصطبغت صبغة شعرية لا صبغة علمية، لم تتدرج من المحسوس الى المعقول ورضيت فى كثير مواضعها بالتعبير الشعرى المملو بالمجازات والاستعارات والخيالات[14]۔	ہندی فلسفہ مکمل طور پر دین کے ساتھ ممزوج ہو گیا تھا۔ اور شاعرانہ (شعری) رنگ میں نہ کہ علمی رنگ میں رنگا تھا۔ وہ محسوس سے معقول تک نہ آسکا۔ اور اکثر مقامات میں ایسے شعری تعبیر پر راضی ہو گیا جو مجازات، استعارات اور خیالات سے پُر تھا۔

ایران

ایران پہلا ملک ہے جس نے علمی میدان میں تمام گذشتہ قوموں کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ ان کے علوم کو نہایت قدیم زمانے سے پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ قدیم ایران کے بادشاہوں نے خود بھی اس سلسلے میں بڑا انہماک دکھایا "جمشید بن آنجہاں" کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ پہلا شخص ہے جس کو کتابت کا علم حاصل تھا[15]۔ اور یہ سلسلہ اس کے بعد علماء فارس کے درمیان چلتا رہا۔ لوگ بہت سی فلسفیانہ اور مذہبی کتابیں "خدنک" کے چھلکے (جسے توز کہا جاتا تھا) پر لکھتے رہے[16]۔ پھر جب ضحاک بادشاہ کا دور آیا تو اس نے علم اور علماء کی بڑی قدر کی۔ ان کی ترقی کے جدید راستے کھول دیے اور ان کی سہولت اور سکون و اطمینان کے لئے ایک شہر بابل ہی بسا دیا۔ اور ہر جگہ سے علماء کو لاکر اس میں آباد کیا۔ چنانچہ ابن ندیم نے ایران کا مفصل تذکرہ کرتے ہوئے اس کو اجمالاً بیان کیا ہے: "بارض السواد (ضحاک) مدینة جمع فیها العلم والعلماء[17]" (ضحاک نے ارض السواد (اس سے مراد عراق ہے) میں ایک شہر آباد کیا اور اس میں علم و علماء کو جمع کر دیا)۔

ارض السواد کے بجائے بابل کا لفظ بھی قدیم ایرانیوں میں ملتا ہے۔ چنانچہ علامہ

صاحب حماۃ (متوفی) لکھتے ہیں: "ویقال ان ضحاک اول من بنی بابل" کہا جاتا ہے کہ ضحاک پہلا بادشاہ ہے جس نے بابل کو تعمیر کرایا۔

پھر گستاسپ کے زمانہ میں علوم کو کافی ترقی ہوئی۔ اور علمار کی ایک بڑی جماعت لکھنے پڑھنے میں مصروف رہنے لگی اس دور میں نجوم، ہیئت، طب اور فلسفہ وغیرہ بام عروج پر پہنچ چکے تھے۔ گستاسپ کے زمانہ ہی میں زرتشت (Zoroaster) ایک نبی کی حیثیت سے ظاہر ہوئے، پھر کیا تھا تمام علمار کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ ہر شخص اپنی جگہ سرداری کا دم بھرنے لگا۔ تاہم ایک جماعت ایسی موجود رہی جس نے اپنے علمی اشتغال کو ترک نہ کیا۔ اس کے بعد کے ادوار میں فلسفیوں نے منطق تک رسائی حاصل کی ہوگی۔ کیونکہ دیمقراطیس (۴۶۶-۳۷۰ق م) اسی دور میں علمی سیاحت کے لئے آیا تھا۔ اور اس کو علم ہیئت، منطق اور قدیم فلسفہ کی تلاش تھی۔ اس وجہ سے کہ وہ منطق کی معمولی تعلیم اپنے دونوں اساتذہ "ماجیہ" اور "کلدیانیہ" (جن کا ذکر آرہا ہے) سے حاصل کر چکا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس نے اعلیٰ تعلیم کے لئے ہی فارس، حبشہ اور ہند وغیرہ کا سفر کیا تھا۔

"ہرمس ثانی" بابل کے ذکر کے بعد قفطی لکھتے ہیں: "مدینۃ الکلدانیین هذه مدینۃ الفلاسفۃ من اهل المشرق وفلاسفتهم اول من حد الحدود ورتب القوانین وهم فلاسفۃ الفرس حذاق"[۱۸] کلدانیوں کا شہر اہل مشرق کے فلاسفہ کا شہر ہے۔ یہیں کے فلاسفہ ہیں جنھوں نے پہلے پہل حدود متعین کئے اور قوانین مرتب کئے۔ اور یہ لوگ فارس کے ماہر فلاسفہ ہیں۔

اب اگر یہ بیان عبداللہ آفندی کے اس بیان سے ملا کر پڑھا جائے جو انھوں نے دیمقراطیس کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے ماجیہ اور کلدانیہ سے (جن کو اخشویرش بادشاہ نے دیمقراطیس کے باپ کے پاس اس وقت چھوڑ دیا تھا۔ جب وہ یونان سے جنگ کے لئے گیا تھا اور جب کہ باپ اس کے یہاں گیا تھا) علم منطق اور علم ہیئت حاصل کیا تھا[۱۹] اور اس کو [illegible]

کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ثم توجه الی مصر وتعلم فیها علم الهندسة وذهب بعد ذلک بلاد الحبشة وبعدها الی بلاد العجم وبعدها سافر الی بلاد کلدانیة لیتعلم علم قدماء فلاسفتهم"(۱۹) وہ مصر آیا اور وہاں علم ہندسہ حاصل کیا اور پھر بلاد عجم اور بلاد کلدانیہ گیا تاکہ ان کے پرانے فلسفیوں کا علم حاصل کرے۔

ان تینوں عبارتوں کو سامنے رکھیں تو اس کا اندازہ بخوبی لگ سکے گا کہ اہل فارس علوم فلسفہ ومنطق وغیرہ میں اس درجہ مہارت رکھتے تھے کہ ان کے یہاں یونانی فلاسفہ زانوئے تلمذ تہ کرنے کے لئے آتے تھے، اور مقصد یہ ہوتا تھا کہ پرانا فلسفہ سیکھیں۔ گویا اس زمانہ میں بھی پرانے فلسفہ کی تلاش تھی جو ایران اور دوسرے ممالک میں اپنا مقام حاصل کر چکا تھا۔

دیمقراطیس کی طرح ہم فیثاغورس جیسے عظیم اور قدیم فلسفی کو کلدانی فلسفہ کا شیدا دیکھتے ہیں۔ توجه (فیثاغورس) الی بلاد الکلدانیة لیتعلم علم المجوس"(۲۰) یعنی فیثاغورس مجوسیوں کا علم حاصل کرنے کی غرض سے کلدانیوں کے یہاں گیا۔

ان تمام بیانات کو سامنے رکھکر ہم ایران کے علمی ماحول کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

علمی تعلقات تاریخ علوم کے پورے ذخیرہ سے قطع نظر اگر صرف ابن ندیم، القفطی، شہرستانی اور عبد اللہ آفندی کی کتابوں پر گہری نظر ہو تو فلاسفہ کے باہمی علمی روابط کو بخوبی جانا جا سکتا ہے اور یہ بھی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ ہندوستانی، ایرانی، اور یونانی غرضیکہ ہر جگہ کے فلاسفہ نے ایک دوسرے سے استفادہ کیا ہے۔ علامہ شہرستانی لکھتے ہیں: "ان الاصل فی الفلسفة والمبادی فی الحکمة للروم وغیرهم کالعیال لهم" کہ فلسفہ کی اصل اور حکمت کی جڑ اہل روم ہیں اور دوسرے ان کے عیال کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس بیان کو سامنے رکھکر اگر تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو یہ یقینی بات معلوم ہوگی کہ ان تمام بیانات میں بہت گہرے علمی روابط تھے کیونکہ اگر ہم "تالیس ملطی" کو سر چشمۂ علم وحکمت تسلیم کرتے ہیں تو "دیمقراطیس" کو [illegible]

نجم کا اطلاق عام طور پر اسی پر ہوتا ہے) کلدیہ اور پھر ہند میں قدیم فلسفہ کے شیدائی کی حیثیت سے چکر لگاتا ہوا دیکھتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ "فیثاغورس" کو کلدیہ کا اور فیثاغورس کی درسگاہ کے ماہر فن طالب علم کو ہندوستان میں معلم کی حیثیت سے دیکھتے ہیں جس سے ایک برہمن علوم عقلیہ حاصل کرتا ہے اور معلم کی وفات کے بعد برہمن کو سرداری ملتی ہے چنانچہ علامہ شہرستانی رقمطراز ہیں:

کان لفیثاغورس الحکیم الیونانی تلمیذ یدعی قلانوس قد تلقی الحکمۃ عنہ وتلمذ لہ ثم صار الی مدینۃ من مدائن الھند، واشاع فیھا رأی فیثاغورس، وکان برھمن رجل جید الذھن، ناقد البصر، صائب الفکر، راغبا فی معرفۃ العوالم العلویۃ قد اخذ من قلانوس الحکیم حکمۃ واستفاد منہ علمہ وصنعتہ، فلما توفی قلانوس تراس برھمن علی الھند کلھم[۲۱]

حکیم یونانی فیثاغورس کا ایک شاگرد "قلانوس" نامی تھا اس نے اس سے حکمت حاصل کی اور اس کی شاگردی اختیار کی پھر وہ ہند کے ایک شہر میں گیا اور وہاں فیثاغورس کی رائے کی اشاعت کی۔ ایک برہمن، ذہین، نقاد طبیعت، صائب الفکر اور عالم علوی کی معرفت میں رغبت کرنے والا تھا، اس نے قلانوس حکیم سے حکمت حاصل کی اور اس کے علم اور صنعت سے استفادہ کیا، جب قلانوس کی وفات ہوگئی تو برہمن نے پورے ہند کی سرداری کی۔

اتنا ہی نہیں بلکہ ابن ندیم کے بیان کے مطابق، ایران سے، ہند، چین اور یونان کے فلاسفہ نے استفادہ کیا ہے، سکندر مقدونی کے دور میں تو مسعودی کی تصریح کے مطابق یونان کے حکما، ہند آئے اور مناظرہ ہوا جن کی تفصیل کتب اسلامی میں ملے گی، نیز شہاب الدین نویری (۶۷۷ - ۷۳۲ھ) کے بیان کے مطابق سکندر مقدونی کی موت کے وقت اس کے آس پاس ہند، فارس اور یونان کے حکما موجود تھے[۲۲] جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ہر جگہ کے فلاسفہ اور حکما کو اپنے ساتھ ہمیشہ رکھتا تھا۔

منطق کی حالت

یہ قریب قریب اس عہد کی باتیں تھیں جب منطق اپنے ابتدائی مراحل طے کر رہی تھی وہ اس وقت ذہنوں میں مرکوز تھی جس سے کہ مستقیم کی طرف ہدایت ملتی ہے

کی رعایت کئے ہوئے ہوئی تھی۔ لیکن جلد ہی وہ زمانہ آگیا جب وہ زبانوں پر جاری ہوگئی۔ اس کے قوانین وقواعد دھیرے دھیرے اپنے اندر استحکام پیدا کرنے لگے، اور مستقبل قریب میں وہ دور آنے والا تھا جس میں کچھ ایسے افراد پیدا ہوئے جنھوں نے اس فن کی اچھی طرح ترویج و اشاعت کی اور اس میں تنوع ہی نہیں پیدا کیا بلکہ اسے ضبط تحریر میں لانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ آگے چل کر منطق کے تدوین بعد کا ذکر آئے گا۔

منطق کے ارتقائی ادوار

منطق ایک طویل زمانہ تک عقلوں اور ذہنوں میں اس طرح پیوست رہ کر اپنا کام کرتی رہی کہ کسی فلسفی کے دماغ میں منطق کے نام تک کا تصور نہ ہو سکا، یہ دور بہت زیادہ لمبا رہا۔ کیونکہ یہ آدم علیہ السلام سے ساتویں اور چھٹی صدی قبل مسیح تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے بعد وہ زمانہ آیا جب فلسفیوں نے منطق کو تصوری حیثیت سے بلا کسی شعور کے جانا اور اپنی زبانوں پر اس کے مسائل فطری طور پر برابر لاتے رہے۔ لیکن یہ زمانہ بہت تھوڑا رہا۔ آخر وہ وقت آگیا جب انھوں نے فکری مارستوں اور ذہنی کاوشوں سے دماغ کو دسیع کر لیا اور یہ جاننے لگے کہ یہی تصوری مسائل، جن کو ہم برابر جانتے رہے ہیں۔ دراصل ہمارے فکر کو غلطی میں واقع ہونے سے بچاتے رہے ہیں۔ پھر انھوں نے اپنی اپنی زبانوں میں اس نطق ظاہری اور باطنی میں سدھار پیدا کرنے والے اختراعی قانون کا ایسا نام رکھ لیا جو اپنے کام کو خود بتا رہا ہو مثلاً منطق۔
اس پر بھی تھوڑا ہی وقت گذرا تھا کہ لوگوں کو یہ فکر ہوئی کہ ان مسائل کو پراگندہ شکل میں پڑا رہنے دینا مناسب نہیں ہے۔ بلکہ اسے ضبط تحریر میں لانا چاہئے۔ چنانچہ ہر جگہ کے فلاسفہ نے آگے پیچھے اس کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس کی اور اس کو تحریری شکل دیدی۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم کو صرف یونانی منطق کا قلیل ترین حصہ تحریری شکل میں دستیاب ہو سکا جیسا کہ بیکن [illegible] نے اپنے ایک مضمون میں تحریر کیا ہے کہ "جب وحشی اقوام نے رومی سلطنت [illegible]

کا خاتمہ کر دیا۔ تو علوم وفنون کا جہاز سینہ سمندر پر تیرتا ہوا پھٹ گیا۔ پھر اس کے وزنی ٹکڑے ڈوب گئے۔ اور ہلکے ٹکڑے باقی بچ نکلے۔ یعنی ارسطو اور افلاطون کی تصانیف تو انقلاب زمانہ کے باوجود ضائع نہ ہوئیں اور بقیہ علوم کا پورا دفتر ضائع ہو گیا۔(۲۳)

لیکن اس رائے سے پورے طور پر اتفاق ضروری نہیں۔ کیونکہ افلاطون وارسطو کی تصنیفات کا جو حصہ ہمیں ہاتھ لگا ہے اس سے قطعاً پتہ نہیں چلتا کہ ان کی تمام کتابیں ہم پا بھی گئے ہیں۔

یہ تو یونانی قوم کے تمام علوم کا حشر ہوا۔ لیکن باقی قوموں کا علمی سرمایہ اس سے بھی زیادہ خطرہ میں پڑا حتی کہ ان کی منطق مدون ہونے کے باوجود ہمیں نہ مل سکی۔

ذیل میں ہم منطق کے مختلف ادوار کی تعیین کر رہے ہیں تاکہ منطق کی تاریخ کا ایک اجمالی خاکہ سامنے آجائے۔

(۱) یونان میں تدوینی دور فیلبس مقدونی (سکندر مقدونی کا باپ) کے عہد سلطنت کا نصف آخر

(۲) ہندوستان میں تدوینی دور عہد موریا کا وسط تقریباً

(۳) ایران میں تدوینی دور کیپنی دور حکومت کا نصف غالباً

پھر ان میں سے ہر ایک کے دو دو ادوار ہیں:

یونان: پہلا دور: فیلبس کے عہد حکومت بطالسہ کے آغاز (۳۰۶ ق م) تک

دوسرا دور: سلطنت بطالسہ کی ابتدار (۳۰۶ ق م) سے عہد ابو جعفر منصور عباسی (آٹھویں صدی عیسوی کے نصف اول) تک۔

ہندوستان: پہلا دور: سلطنت موریا کے وسط سے چھٹی صدی عیسوی تک۔

دوسرا دور: ساتویں صدی عیسوی سے دسویں صدی عیسوی تک

ایران: پہلا دور: کیپنی حکومت کے وسط سے اردشیر بن بابک کے عہد حکومت (۲۲۶ م) تک۔

دوسرا دور: اردشیر کے دور سلطنت سے عہد ابوجعفر منصور عباسی (آٹھویں صدی عیسوی کے نصف اول تک)۔

اسے ہم عہد قدیم قرار دیتے ہیں۔ اس کے بعد ابوجعفر منصور عباسی کے دور سے عہد نقل و ترجمہ شروع ہوتا ہے۔

مسلمان افریقہ، یورپ اور ایشیا کے ایک عظیم حصہ پر غالب آجاتے ہیں اور ہر گوشہ میں علم منطق کو ترقی ہوتی ہے۔ اس دور کو جو آٹھویں صدی عیسوی کے نصف آخر سے انیسویں صدی عیسوی .... کے آخر تک پھیلا ہوا ہے۔ ہم عہد وسطیٰ قرار دیتے ہیں۔ اسی دوران مغرب میں منطق کی ابتداء بوتھیس (۴۸۰ء — ۵۲۵ء) کے ترجمہ کے ذریعہ نویں اور بارہویں صدی عیسوی کے درمیان ہوتی ہے جس کا سلسلہ انیسویں صدی تک وسیع ہے۔ اور پھر منطق کا عہد جدید شروع ہوجاتا ہے۔

پہلا دور

(الف)

یونانی: پچھلے صفحات میں بتایا جاچکا ہے کہ منطق صحیح طریقے پر غور و فکر کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے والی ایک قوت ہے۔ اس حیثیت سے اگر اس پر نظر ڈالی جائے تو بلا کسی شک کے کہا جاسکتا ہے کہ منطق قوتِ انسانیت کی ضمیر میں رکھدی گئی ہے۔ لیکن ہمیں بحث اس سے کرنی ہے کہ اولاً اس قوت کو کس نے پہچانا۔

مورخین اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ یونان کا سب سے پہلا فلسفی تالیس ملطی ہے۔ لیکن [illegible] صراحت نہیں ہے کہ اس نے منطق کو بھی جانا اور اس پر اظہار خیال کیا۔ [illegible] (۴۹۰ — ۴۳۰ ق م) نے "محاورہ" "اقلیدیانہ" سے علم منطق کی تحصیل ضرور کی [illegible] یونان کا سب سے پہلا منطقی قرار پاتا ہے اس کے بعد بھی منطق میں

دوسروں کا شاگرد رہے۔

تاریخ ہماری رہنمائی صرف یہیں تک کرتی ہے۔ اس کے بعد یہ تلاش کرنا کہ پہلا منطقی کون ہے۔ عقل کو حیرانی میں ڈالنے کے سوا کچھ نہیں۔ بعضوں نے ایک قدم اس سے آگے بڑھایا اور منطق کا شجرہ لقمان حکیم تک پہنچا دیا۔ حالانکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

اتنا تو بہرحال مسلم ہے کہ یہ منطق کو پہچاننے والی اولین شخصیتیں نہیں ہیں۔ بلکہ کوئی شخصیت ان کا اصلی ماخذ ہے لیکن تاریخ نے ہمیں اس کے علم سے محروم کر دیا۔ "دیمقراطیس" بڑا نکتہ شناس تھا۔ جس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ جسے عبداللہ آفندی نے نقل کیا ہے کہ بہت زیادہ ہنسنے کی وجہ سے لوگوں کو اس کی دماغی خرابی کا شبہ ہوا۔ تو انھوں نے "بقراط حکیم" کو دوا کرنے کے لئے بھیجا، اس نے جب دودھ کا پیالہ پیش کیا تو دیمقراطیس نے کہا کہ یہ دودھ تو پہلی مرتبہ بچہ جننے والی کالی بکری کا ہے جس پر تمام لوگوں کو سخت حیرت ہوئی، غرضیکہ ایسے شخص نے علم منطق جیسے نئے اور مشکل الحصول علم کے مل جانے کے بعد اس میں جدت طرازی سے کام نہ لیا ہو۔ یا اپنے تلامذہ کو اس علم سے استفادہ کا موقعہ نہ دیا ہو۔ بعید از قیاس ہے۔

یہ احتمالات قرائن کی روشنی میں حقائق کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ جن سے اتنی بات تو بہرحال جانی جاسکتی ہے کہ منطق کی تعلیم ارسطو کے استخراج اور تدوین سے پہلے ہی رواج پاچکی تھی۔ چنانچہ ابن خلدون (۷۳۲ — ۸۰۸ھ) کا نظریہ بھی یہی ہے وہ لکھتے ہیں:

وتکلم فیه (المنطق) المتقدمون اول ما تکلموا به جملاً جملاً ومتفرقاً ولم تهذب طرقه ولم تجمع مسائله حتی ظهر فی یونان ارسطو فهذب مباحثه ورتب مسائله وفصله (۱۳)

متقدمین نے منطق پر ابتداءً کلام کیا وہ الگ الگ اور متفرق طریقے پر چند باتیں تھیں۔ نہ تو منطق کے راستے ہموار تھے اور نہ اس کے مسائل یکجا تھے حتیٰ کہ یونان میں ارسطو کا ظہور ہوا اور اس نے مباحث منطق کی [illegible]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (۶۶۱ - ۷۲۸ھ) کہتے ہیں: "وقد کانت الامام قبلھم (واضعی المنطق) تعرف حقائق الاشیاء بدون ھذا الوضع"[۳۵] کہ بہت سے لوگ منطق وضع کرنے سے پہلے ہی حقائق اشیار کو جانتے تھے۔

(باقی آئندہ)

حوالہ جات وحواشی

(۱) طبقات الامم ص۹ طبع مصر — واخبار العلماء باخبار الحکماء ص۲۱ طبع مصر ۱۳۲۶ھ۔ اس کتاب کے سلسلے میں حیرت انگیز انکشاف پروفیسر مصطفیٰ عبدالرازق مصری نے تمہید لدراستہ الفلسفۃ الاسلامیہ ص۳۵ (طبع مصر ۱۹۴۴ء) میں کیا ہے، وہ حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ کتاب اخبار العلماء باخبار الحکماء طبع مصر ۱۹۴۸ء منسوب بہ قاضی جمال الدین قفطی (متوفی ۶۴۶ھ) در اصل ان کی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ محمد بن علی خطیبی، زوزنی کی مختصر ہے، اصل کتاب کے اختصار سے یہ ۶۴۷ھ میں فارغ ہوئے تھے اور زوزنی صاحب کا صرف نام ہی نام جانا جاتا ہے۔ یہ کوئی مشہور [illegible] نہیں ہیں۔

[illegible] ملل ج ۱ ص ۲۳۱ طبع مصر ۱۲۶۳ھ (۴) تمہید ص ۳۸

[illegible] ج ۱ ص ۲۴۱ (۵) تاریخ الفلاسفۃ ص ۴ طبع قسطنطنیہ ۱۳۰۲ھ

[illegible] ص ۲۳۶ و اخبار الحکماء ص ۱۲ (۷) ملل ونحل ج ۱ ص ۲۴۰

[illegible] ص [illegible] (۹) تاریخ فرشتہ ج ۱ (مقدمہ) ص ۲۴

[illegible] (۱۱) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "ہندوستانی تمدن" ج ۱

[illegible] و اخبار الحکماء ص ۱۲۵

[illegible] (۱۳) منہج الاسلام ج ۱ ص ۲۳۵

[illegible] (۱۴) ایضاً ص [illegible]

(۱۷) تقویم البلدان ص ۳۰۳ طبع پیرس ۱۸۴۰ء
(۱۸) اخبار الحکمار ص ۲۲۷
(۱۹) تاریخ الفلاسفہ ص ۶۸
(۲۰) ایضاً ص ۵۳
(۲۱) ملل ونحل ج ۲ ص ۱۲۲
(۲۲) نہایۃ الارب فی فنون الادب ج ۱۵ ص ۲۵۲ طبع مصر ۱۹۶۳ء
(۲۳) تاریخ فلسفہ (از کلیمنٹ سی۔ جے۔ ویب مترجم مولوی احسان احمد) ص ۳۹
(۲۴) مقدمہ ابن خلدون مع تعلیق علی عبد الواحد وافی ص ۱۲۳۷ طبع ثانی

حیات مولانا عبدالحیؒ

مؤلفہ: جناب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

سابق ناظم ندوۃ العلماء جناب مولانا حکیم عبدالحی حسنی صاحبؒ کے سوانح حیات علمی ودینی کمالات وخدمات کا تذکرہ اور ان کی عربی و اردو تصانیف پر تبصرہ آخر میں مولانا کے فرزند اکبر جناب حکیم سید عبدالعلیؒ کے مختصر حالات بیان کئے گئے ہیں۔

کتابت وطباعت معیاری، تقطیع متوسط ۲۰×۲۶
قیمت /۱۲ مجلد

ندوۃ المصنفین، اردو بازار جامع مسجد دہلی